حسن البنّا کی شخصیّت

جناب محمد اسحٰق صاحب

اِس دُنیا میں کچھ لوگ صرف اپنے لیے جیتے ہیں۔ جب وہ مرجاتے ہیں تو کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی، لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب دُنیا سے کوچ کرتے ہیں تو گو آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، لیکن دلوں میں ان کی یاد برابر قائم رہتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی اعلیٰ مقصد کے لیے جیتے ہیں اور زندگی بھر اس کے لیے قربانیاں دیتے ہیں۔ مصر کی اسلامی تحریک "اخوان المسلمون" کے بانی اور رہنما حسن البنّا مرحوم بھی ایک ایسی ہی غیر معمولی شخصیت تھے جس نے تاریخ پر انمٹ اثرات چھوڑے۔ لاکھوں دلوں میں اُن کی یاد آج بھی موجزن ہے۔

اکابر کی رائے ان کے عقیدت مند انہیں جدید دَور کے مصلحین اور داعیانِ حق کا سرخیل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مفتی محمد عبدہٗ کی جدتِ فکر اور جمال الدین افغانی کی شجاعت کے جامع تھے، مگر اس لحاظ سے دونوں سے بڑھے ہوئے تھے کہ انہوں نے دینِ حق کی سربلندی کے لیے کام کرنے والی ایک عظیم جماعت "اخوان المسلمون" قائم کی جب کہ ان دونوں بزرگوں کا کام بڑی حد تک نظریات اور اصولوں تک محدود رہا۔

مصر کے پہلے صدر جنرل محمد نجیب نے حسن البنّا کی شہادت کے بعد ان کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہے:

"صاحبِ عقیدہ ...... فساد اور غیر اخلاقی رویّوں کے خلاف جہاد کرنے والا ....

غیر ملکی استعمار کا دشمن ...... جو ملک و قوم کے لیے زندہ رہا اور انہیں پر اپنی جان نچھاور کر گیا۔"

جمال عبدالناصر کے سامنے پہلے پہل ان کا ذکر ہوا تو اُس نے کہا:

" حسن البنّا کی شخصیت ایسی ہے کہ ان کا مخاطب ان کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔"

انور سادات کا کہنا ہے کہ:

" میں نے پہلی دفعہ حسن البنّا کو دیکھا تو وہ ایک سُرخ عبا اوڑھے ہوئے تھے۔ جسم سے تواضع اور چہرے سے بشاشت نمایاں تھی۔ عام علمائے دین کے برعکس ان کی گفتگو کا انداز واعظانہ تھا، نہ عالمانہ اور بوجھل۔ وہ سیدھے سادھے الفاظ اور عام سے انداز میں گفتگو شروع کر کے اپنے اصل موضوع پر آ جاتے تھے۔ لیکن ان کی اپروچ واضح اور دلکش ہوتی تھی۔"

ایک اور مصری لیڈر احمد مرتضیٰ المراغی نے حسن البنّا کی شخصیت اور سراپا کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

" ان کی ڈاڑھی لمبی تھی نہ بہت مختصر۔ چلتے تو ہلکے ہلکے اور تیز قدم اُٹھاتے۔ گفتگو میں بھی کسی قدر تیزی ہوتی۔ آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ نگاہیں مخاطب کے چہرے پر مرکوز کر دیتے۔ نرم مزاج اور شیریں گفتار تھے۔ ان سے گفتگو کرنے والا کبھی اکتاہٹ محسوس نہ کرتا تھا، کیونکہ طبیعت میں خشکی یا روکھا پن نہ تھا۔"

"اخوان المسلمون" کے موجودہ صدر شیخ عمر تلمسانی جو کہ سالہا سال حسن البنّا کے ساتھ مل کر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے، اپنے لیڈر کے بارے میں یوں رائے زنی کرتے ہیں:

" وہ دل و دماغ کی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اسلام کے لیے ان کی جدوجہد اتنی انتھک اور قربانیاں اتنی عظیم ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ صاحب فراست اور صائب الرائے تھے۔ سب کے استاد اور رہنما ...... اپنی قوم کو داخلی اور خارجی فتنوں سے بچانے والے ......"

مولانا مودودیؒ کی رائے:

"حسن البنا کی دعوت مؤثر، دل میں اتر جانے والی اور شرابِ معرفت کی حلاوتوں سے پُر تھی۔ انہوں نے اسی زمانے میں مصر میں "اخوان المسلمون" قائم کی جب ہمارے ملک میں جماعتِ اسلامی نے سفر کا آغاز کیا۔ اصول و مقاصد کے لحاظ سے دونوں تحریکوں میں سرِ مو فرق نہیں۔ ہم دونوں کی منزل بھی ایک تھی اور راستہ بھی ایک۔ عرب ممالک میں اسلام کا جو کام آگے بڑھا ہے۔ دینی و اخلاقی شعور بیدار کرنے کے لیے جو کوشش ہوئی ہے اور مسلم عوام و خواص کے سامنے اسلام کی صحیح اور کامل تصویر پیش کرنے کی جو سعی و جہد ہوئی ہے وہ سب نتیجہ ہے اس تحریکِ اسلامی کی دل سوزیوں اور سرفروشیوں کا جو امام حسن البنا شہید نے قائم کی تھی"۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی رائے:

"ان کی شخصیت انقلاب آفرین تھی۔ روشن دماغی، محبت و دردمندی، فصاحت و بلاغت، تسخیر کر لینے والے اخلاق ——— یہ ہیں اُن کی دل آویز شخصیت کے عناصرِ ترکیبی۔ وہ اقبالؒ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

ے نگہ بلند سخن دل نواز جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے"

مختصر حالاتِ زندگی حسن البنا ۱۹۰۶ء میں اسکندریہ کی ایک مضافاتی بستی محمودیہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ احمد البنا بستی کی مسجد کے امام و خطیب اور پیشے کے لحاظ سے گھڑی ساز تھے۔ وہ مفتی محمد عبدہ کے شاگرد تھے۔ ان کے پاس کافی بڑی لائبریری تھی اور وہ خود کئی دینی کتابوں کے مصنف تھے۔ حسن البنا کی ابتدائی تعلیم و تربیت اسی دینی ماحول میں ہوئی۔

بڑے ہوئے تو اُن کی شادی اسماعیلیہ کے ایک معزز خاندان میں ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا جس کی عمر اُس وقت صرف چار سال تھی۔ ایک بچی والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئی۔

زمانۂ طالب علمی میں انہوں نے کئی انجمنوں کی تشکیل و تنظیم میں حصّہ لیا۔ جن میں سے ایک "جمعیتِ انسدادِ محرمات" تھی جس کے وہ صدر تھے۔ اس جمعیت کے ارکان محرمات کا ارتکاب کرنے والے افراد کی خط و کتابت کے ذریعے اصلاح کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس خط و کتابت کا ریکارڈ خفیہ رکھا جاتا تھا۔ ان انجمنوں کے ذریعے جہاں انہوں نے بہت سے نوجوانوں پر دینی اور اصلاحی اثرات چھوڑے وہاں ان کی اپنی تنظیمی اور قائدانہ صلاحیتوں کو بھی جِلا ملی۔

حسن البنّا ابھی تیرہ سال کے تھے کہ جلسوں اور جلوسوں میں شرکت کرنے لگے۔ ایک سال بعد انہوں نے ٹیچرز ٹریننگ سکول میں داخلہ لیا۔ جہاں انہوں نے دوسرے مضامین کے علاوہ فقہ اسلامی پڑھی نیز اٹھارہ ہزار شعر اور اتنے ہی نثر پارے حفظ کیے۔ بعد میں انہوں نے قرآنِ پاک بھی حفظ کر لیا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے امام غزالی کی کتب کا مطالعہ بھی کیا اور ان کے فلسفیانہ افکار کا بغور جائزہ لیا۔

حسن البنّا ایک دردمند دل رکھتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے زوال کو دیکھتے تو اُن کا دل کُڑھتا۔ کتنی ہی راتیں عالمِ اسلام کے مسائل پر غور و فکر کرنے میں گزار دیں۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان اپنے دینی مقاصد سے دور ہو گئے ہیں اور قرآن پاک نے زندگی کا جو تصور دیا ہے اُسے صحیح طور پر سمجھنے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اصلاحی کام کا آغاز کیا اور لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش شروع کر دی کہ اسلام دین اور دُنیا دونوں کا جامع ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی قومیں جو اسلامی ملکوں پر مسلط ہیں قرآن سے اس لیے ڈرتی ہیں کہ وہ یہ جانتی ہیں کہ اس کی آیات محض نمازوں میں پڑھنے اور دہرانے کی چیز نہیں، بلکہ ان میں زندگی کے لیے قوانین بھی ہیں، حکمرانی اور قیادت کے اُصول بھی ہیں۔ حسن البنّا نے بار بار اس پر زور دیا کہ اسلام محض عقیدے اور نماز روزے کا دین نہیں، بلکہ ایک مکمل نظام ہے اور زندگی کے سارے ہی شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم پوری زندگی کو اسلام کے رنگ میں رنگ دیں۔

دعوت کا کام | مختلف انجمنوں اور اخبارات کے ذریعے دعوت و تبلیغ کا کام

توجہ کر رہے تھے ۔ اب انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک دلچسپ اور منفرد انداز اختیار کیا ۔ انہوں نے تین بڑے چائے خانوں کا انتخاب کیا ۔ ہفتے میں دو دفعہ ایک میں جاتے اور ان لوگوں سے خطاب کرتے جو اس وقت چائے خانے میں موجود ہوتے ۔ لوگ ان کی باتیں توجہ اور دلچسپی سے سنتے ۔

۱۹۲۸ء میں حسن البنا نے اسمٰعیلیہ میں تحریک "اخوان المسلمون" کی بنیاد رکھی ۔ اس نیک کام کا بیڑا اٹھانے والے افراد کی تعداد صرف چھ تھی ۔ اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ مٹھی بھر تنظیم آگے چل کر ایک عظیم الشان تحریک کی صورت اختیار کرے گی اور لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کا رخ موڑ دے گی ، مگر ان چھ افراد کے بے پایاں اخلاص کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور ان کی کوششوں میں برکت پیدا کی ۔ چند سالوں میں اس کی ہزاروں شاخیں مصر کے اکناف و اطراف میں قائم اور سرگرم عمل ہو گئیں ۔ اخوان کے پیش نظر ایک طرف دینی اصلاح و تربیت کا پروگرام تھا ۔ دوسری طرف سیاسی حالات میں تبدیلی لانے کا کام ۔ عوام میں ان کی کوششوں سے زبردست دینی اور سیاسی بیداری پیدا ہو گئی ۔ مصر پر ان دنوں برطانوی استعمار قابض تھا ۔ اور مصری حکومت محض کٹھ پتلی تھی ۔ "اخوان المسلمون" کی ابھرتی ہوئی سیاسی قوت سے مصری حکومت خوف محسوس کرنے لگی ۔

آزمائشوں کا دور

"اخوان المسلمون" واحد جماعت تھی جو دینی اور سیاسی دونوں محاذوں پر سرگرم عمل تھی ۔ اس جماعت کے بانی بھی تمام دینی جماعتوں میں منفرد قسم کے لیڈر تھے ۔ وہ انگریزی لباس پہنتے تھے (حالانکہ انگریزی زبان نہیں جانتے تھے) اور سر پر ترکی ٹوپی رکھتے تھے ۔ حکومت نے حسن البنا کو پہلے تو حرص و آز کے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی ۔ انہیں کہا گیا کہ اگر وہ اخوان کی تنظیم و تربیت کے کام سے دست کش ہو جائیں تو انہیں اس کے بدلے میں بہت بڑی رقم نقد ادا کی جائے گی نیز پرائمری سکول کے بجائے ان کا تقرر یونیورسٹی میں بطور پروفیسر کر دیا جائے گا ۔ حسن البنا نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔ اس چال میں کامیابی نہ ہوئی تو یہ الزام

تراشا گیا کہ "اخوان المسلمون" کو باہر سے امداد ملتی ہے۔ یہ پروپیگنڈا بھی کیا گیا کہ یہ تنظیم نازیت اور فاشیت سے ملتی جلتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ حسن البنا خلیفۃ المسلمین کا منصب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حسن البنا کی شخصیت میں جس قدر تواضع اور زہد تھا وہ کسی دنیا پرست اور جاہ پسند شخص میں ممکن ہی نہیں۔ غرض حسن البنا اور ان کے ساتھیوں کو ہر قسم کی صعوبتیں اور قید و بند کی سختیاں جھیلنی پڑیں، مگر انہوں نے اپنے مشن کو جاری رکھا۔

زندگی کے آخری سالوں میں حسن البنا کے ذاتی اوصاف کمال پر تھے۔ وہ مشکلات کو ذرا بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ مسائل کا چیلنج قبول کرنے اور آگے بڑھ کر قربانیاں دینے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتے تھے۔ انہیں موت کا قطعاً خوف نہ تھا۔ آخری ایام میں انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ انہیں قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کی جا رہی ہیں چنانچہ ان کے بعض دوستوں اور خیر خواہوں نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے انہیں سازشوں سے بچانے کے لیے بعض تدابیر اختیار کیں۔ اس ضمن میں انہیں بھیس بدلنے اور روپوش رہنے کا مشورہ بھی دیا گیا، لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ ایسے وقت میں جب کہ "اخوان المسلمون" کی تحریک نازک مرحلے سے گزر رہی تھی۔ اور قدم قدم پر ان کی رہنمائی کی ضرورت تھی، انہوں نے روپوش ہونا یا تنہائی اختیار کرنا گوارا نہ کیا بلکہ مومنانہ شجاعت کے ساتھ اپنی موت کا انتظار کیا اور اس دوران اپنے مشن کو جاری رکھا، چنانچہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ ۱۲ فروری ۱۹۴۹ء کو انہیں بزدل دشمنوں نے اس وقت گولی کا نشانہ بنایا جب وہ ایک ٹیکسی میں سوار ہو رہے تھے۔ ان کی جرأت ملاحظہ ہو۔ گولی کھا کر وہ ٹیکسی سے باہر نکلے اور ٹیلیفون کر کے ہسپتال سے اپنے لیے ایمبولینس طلب کی۔ چنانچہ انہیں قصر العینی ہسپتال لے جایا گیا جہاں مرہم پٹی کے لیے انہیں کوئی ڈاکٹر دستیاب نہ ہو سکا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہیں مظلوم امام کا انتقال ہوگیا۔ وہ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے خالق سے جا ملے ؎

بنا کردند خوش رسمے کہ بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

زہد و ورع تمام معاصر اس بات پر متفق ہیں کہ حسن البناّ ایک قوی شخصیت کے مالک تھے۔ زاہد حقیقی تھے۔ انہیں مال کی حرص نہ تھی نہ دوسری دُنیوی اشیاء جمع کرنے کی فکر۔ بس اتنا کافی سمجھتے کہ ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ صرف پانچ گھنٹے سوتے تھے۔ کھانے میں جو کچھ سامنے رکھا جاتا کھا لیتے۔ جیسے کپڑے مل جاتے پہن لیتے۔ جب کسی شہر یا گاؤں میں جاتے تو جماعت کے لوگوں کے پاس قیام کرتے۔ یہ صورت نہ ہوتی تو مسجد ہی میں رات گزار لیتے۔ قیام قاہرہ کے آغاز میں کرائے کے معمولی سے مکان میں رہتے تھے۔ کمرے میں ایک چٹائی پڑی رہتی تھی۔

وہ ایک پرائمری سکول میں مدرس تھے۔ محکمۂ تعلیم سے دس مصری پونڈ ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ اسی رقم سے اپنا اور بیوی بچوں کا خرچ بھی چلاتے اور دعوت و تبلیغ کے سفر کے مصارف بھی پورے کرتے۔ مدرسی سے استعفا دینے کے بعد ایک رسالہ "شہاب" نکالنے لگے۔ تب بھی ان کا ماہوار خرچ پندرہ پونڈ سے تجاوز نہ کرتا تھا۔ جماعت کے لوگوں نے پیش کش کی کہ سو پونڈ ماہانہ گزارے کے لیے قبول کر لیجیے اور جماعت کے کام کے لیے فارغ ہو جائیے لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ برطانوی خفیہ پولیس کے کارندوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ان کے خیالات کے تیزی سے پھیلنے کی بڑی وجہ ان کا زہد اور پرہیزگاری ہے۔

ان کی شہادت کے وقت ان کے پاس سے جو نوٹ بک برآمد ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے مشیر منیر الدولہ سے ایک سو پچاس پونڈ گھریلو اخراجات کے لیے قرض لے رکھے تھے۔ قصر العینی ہسپتال میں جہاں اُن کی وفات ہوئی اُن کی جیب سے یہ چیزیں برآمد ہوئیں:

چھ پونڈ سے کچھ زیادہ رقم، ایک سستی سی گھڑی اور ایک قلم۔ جس ٹیکسی کے ذریعے وہ ہسپتال پہنچے تھے اس سے ایک ننانوے دانوں کی تسبیح بھی ملی۔

یہ تھا اس شخص کا حال جس کے ہزاروں نہیں لاکھوں عقیدت مند تھے جو اس کے ایک اشارے پر جانیں نچھاور کرنے کے لیے تیار و مستعد رہتے تھے۔

ایک عظیم مصلح اور داعی حسن البناّ کی شخصیت اپنی گوناگوں خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے بڑی ہی پُرکشش تھی، مگر ان کا نمایاں ترین وصف یہ تھا کہ وہ بے حیائی، فسق و فجور اور باطل

کے خلاف احتجاج کی ایک چنگاری تھے ـــــ ایسی چنگاری جو ایک لمحے کے لیے بھی سرد نہ ہوئی۔ اُن کو وہ بُجھا ہوا ایمان کبھی راس نہ آیا جو صاحبِ ایمان کو متحرک اور بے تاب نہ کر دے۔ چنانچہ اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے اپنا سوز و تپش دوسروں میں منتقل کرتے اور اُن کے دلوں کو گرماتے رہے۔ ہمیں وہ لڑکپن کے زمانے ہی سے طلبہ کی انجمنوں کے لیڈر اور اصلاحی تنظیموں کے قائد کی حیثیت سے کام کرتے نظر آتے ہیں۔

سیرت نگاروں نے اُن کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جو اُن کے اس پیدائشی وصف پر روشنی ڈالتا ہے۔ حسن البنا ابھی بہت کم سن تھے۔ ایک دن اپنے گاؤں کے قریب بہنے والی ندی کی طرف جا نکلے۔ وہاں انہوں نے ایک کشتی پر ایک مورتی آویزاں دیکھی۔ وہ اسی وقت قریبی پولیس چوکی پر گئے اور اس مورتی کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس افسر معصوم حسن البنا کی غیرتِ ایمانی سے متاثر ہوا، چنانچہ وہ خود اُٹھ کر گیا اور اس مورتی کو وہاں سے اُتروا دیا۔

یہ دعوتی اور اصلاحی کام انہوں نے مسجدوں اور مدرسوں میں بھی کیا اور ہوٹلوں اور چائے خانوں میں بھی لوگوں کو وعظ و تلقین کی۔ جہاں براہِ راست لوگوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع نہ ملا وہاں خطوط کے ذریعے انہیں بُرائیوں اور معصیت کاریوں سے دُور رہنے کی تاکید کی۔ آگے چل کر تقاریر کے علاوہ اخبارات و رسائل کے ذریعے دعوت و تبلیغ کے کام کو آگے بڑھایا۔ علمائے وقت کو جھنجوڑا اور انہیں گوشۂ عزلت سے نکلنے پر مجبور کیا۔ ان کی شخصیت میں ایک عجیب قسم کی قوتِ تسخیر تھی۔ یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی سلیم الفطرت انسان ان سے ملے اور ان کی سادگی اور اخلاص سے متاثر نہ ہو۔

"اخوان المسلمون" کے قیام کے بعد دعوت کا کام تیزی سے پھیلا۔ اس تحریک کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف مصر میں اس کے باقاعدہ ممبروں کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی جب کہ منسوب ممبروں اور ہمدردوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ مصر کے علاوہ سوڈان، شام، اردن، لبنان، فلسطین اور شمالی افریقہ میں بھی "اخوان المسلمون" کی شاخیں قائم ہو گئیں۔

ہمارے لیے سبق حسن البنا شہید کی زندگی میں ہمارے لیے کئی سبق ہیں۔ ایک پہلو جس کی طرف اس وقت میں توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ انہوں نے تجدید و احیائے دین کی تحریک چلائی تو اس کے لیے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں، اذیتیں برداشت کیں۔ اور ہر قسم کی قربانیاں دیں، مگر کبھی مصلحت بینی سے کام نہ لیا۔ خطرات اور اندیشوں کو کبھی خاطر میں نہ لائے، بلکہ اپنے مشن کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں، حتیٰ کہ اپنا سر بھی اس پر نثار کر دیا۔ آج ہم بھی اگر تجدید و اقامتِ دین کا کام کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اسی سرفروشی و جاں نثاری کا نمونہ پیش کرنا ہوگا۔ اور اسی دیوانگیٔ شوق کا ثبوت دینا ہوگا۔ بقول شاعر ؎

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا !

(اس مضمون کی تیاری میں لندن سے شائع ہونے والے رسالے "المسلمون" کے بعض شماروں، نیز مجاہد کی اذان، سے استفادہ کیا گیا ہے)۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)